خطبہ جمعہ

رحمانیت کا اکثر حصہ غائب میں ہے

جو رحمان کے ذکر سے اعراض کرے اس کے لئے ایسے شیطان مقرر کر دئے جاتے ہیں جو اللہ کی رحمانیت سے دوسروں کو ناامید کرتے ہیں

اس زمانہ میں خدائے رحمان نے حضرت مسیح موعودؑ کو قرآن سکھایا ہے یعنی اس کے صحیح معنی آپ پر ظاہر فرمائے ہیں

دنیا بھرمیں خداتعالیٰ کی رحمانیت کی مظہر ہومیو پیتھی ڈسپنسریاں جماعت کی طرف سے قائم کر دی گئی ہیں جو بلامبادلہ کام کرتی ہیں -
ہر ملک کے امیر کا فرض ہے کہ تمام احباب کومطلع کرے کہ ان کے قریب کہاں کہاں مفت ڈسپنسریاں قائم ہیں اورکس طرح کام کر رہی ہیں

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز - فرمودہ ۳/ اگست ۲۰۰۱ء بمطابق ۳/ ظہور ۱۳۸۰ھ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله–

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم– بسم الله الرّحمٰن الرحيم –

الحمدلله رب العٰلمين – الرحمٰن الرحيم – مٰلك يوم الدين – إياك نعبد و إياك نستعين –

اهدنا الصراط المستقيم – صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين–

آج کے خطبہ میں رحمان کے لفظ کے متعلق یہ آخری خطاب ہوگا۔اس کے بعد پھر دوسری صفات کی باتیں شروع کی جائیں گی۔اسی تعلق میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وہ الہامات جن میں رحمان کا ذکر ملتا ہے ان کا بھی تذکرہ کیا جائے گا۔

سب سے پہلی آیات سورۃ الزخرف نمبر ۳۷ تا ۳۸ ہیں ﴿وَمَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ . اِنَّهُمْ لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ﴾ اور جو رحمان کے ذکر سے اعراض کرے ہم اس کے لئے ایک شیطان مقرر کر دیتے ہیں۔پس وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے اور یقیناً وہ انہیں راستہ سے گمراہ کر دیتے ہیں جبکہ وہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ وہ ہدایت یافتہ ہیں۔

یہاں کون سا شیطان مقرر ہوتا ہے رحمٰن سے اعراض کرنے والوں کے لئے۔ایک تو برے ساتھی جو اللہ کی رحمانیت سے دوسروں کو ناامید کر دیتے ہیں اور وہ انسانی بھیس میں چھپے ہوئے شیطان ہوتے ہیں اور دوسرے نفس کا شیطان بھی مراد ہو سکتا ہے۔ تو بہر حال ﴿نُقَيِّضْ لَهٗ﴾ سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بیرونی شیطان ہے جو اس پر مسلط ہو جاتا ہے اور رحمٰن خدا سے غافل کرنے کا مطلب ہے کہ رحمانیت جو لاانتہا رحم کرنے والی ہے اس سے پھر انسان بدظن ہونا شروع ہو جاتا ہے اور مایوس ہونا شروع ہو جاتا ہے اور مایوسیت ہی ابلیسیت کا دوسرا نام ہے۔پس یاد رکھنا چاہئے کہ رحمان خدا سے یعنی ربّ رحمٰن سے کسی صورت میں بھی مایوس نہیں ہونا چاہئے اور گناہ کتنے بھی بڑھ جائیں مگر یہ کامل یقین ہونا چاہئے کہ اگر اللہ چاہے تو اس کی رحمانیت ہمارا سہارا بن جائے گی اور ہمیں ہر قسم کی مصیبتوں سے نجات بخشے گی۔ اور جب وہ شیطان ان پر مسلط ہوتے ہیں تو ﴿لَيَصُدُّوْنَهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ﴾ وہ سیدھے راستہ سے ان کو بہکا دیتے ہیں اور وہ یہ سمجھ رہے ہوتے ہیں کہ ہم ہدایت یافتہ لوگ ہیں۔پس یہ دوسرا دھوکہ ہے جو بد قسمتی سے شیطان کی وجہ سے ان کو نصیب ہوتا ہے کہ باوجود اس کے کہ وہ راہِ حق سے ہٹ چکے ہوتے ہیں پھر بھی ان کے دماغ میں یہ وہم ہوتا ہے کہ ہم حقیقی رستہ پر ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

"جو شخص قرآن کریم سے اعراض کرے اور جو اس کے صریح مخالف ہے اس کی طرف مائل ہو ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں"۔ یہاں ذکرالرحمٰن کی تعریف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قرآن کریم سے کی ہے۔اب رحمان کی کتاب ہے قرآن کریم اور اسی کا ذکر ہے سارے قرآن میں۔ فرمایا کہ "جو قرآن کریم سے اعراض کرے اور جو اس کے صریح مخالف ہے اس کی طرف مائل ہو ہم اس پر شیطان مسلط کر دیتے ہیں کہ ہر وقت اس کے دل میں وساوس ڈالتا ہے اور حق سے اس کو پھیرتا رہتا ہے اور نابینائی کو اس کی نظر میں آراستہ کر دیتا ہے اور ایک دم اس سے جدا نہیں ہوتا"۔ یعنی کسی لحہ بھی اس سے جدا نہیں ہوتا۔

ایک آیت ہے سورۃ الزخرف نمبر ۴۶۔ ﴿وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ﴾ اور ان سے پوچھ کے دیکھ جنہیں ہم نے تجھ سے پہلے اپنے رسولوں میں سے بھیجا کہ کیا ہم نے رحمٰن کے علاوہ کوئی معبود بنائے تھے جن کی عبادت کی جاتی تھی۔

اب اس میں سوال یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے پہلے جو نبی گزر چکے ان سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کیسے پوچھ سکتے ہیں۔ تو ظاہر بات ہے کہ مراد ان کی قوم ہے، ان کے ماننے والے ہیں، ان کے ماننے والوں سے پوچھو کہ کیا پہلے بھی تم نے کبھی سنا ہے کسی نبی کی وساطت سے، کسی صاحب الہام کی وساطت سے کہ خداتعالیٰ نے رحمان کے علاوہ، اس کے سوا بھی معبود بنائے ہوں۔ یہاں ایک الجھن والا مسئلہ ہے کہ رحمٰن نے تو معبود نہیں بنائے، رحمٰن تو خود معبود ہے۔ تو مراد یہ ہے کہ ان لوگوں نے جو جھوٹے معبود بنا رکھے ہیں اس کو وہ خداتعالیٰ کی رحمانیت کی طرف منسوب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے رحمان خدا نے یا تمہارے رحمان خدا نے یہ جھوٹے معبود ہمارے لئے بنائے تھے اس لئے ہم ان کو مانتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یعنی رحمان نے تو اپنے سوا کبھی کسی کو کوئی جھوٹا معبود نہیں بنایا۔

﴿مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ﴾ سے مراد ہے رحمان خدا کی مخالفت میں اور رحمان خدا کے علاوہ بھی مراد ہو سکتی ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے یہاں رحمان خدا کی مخالفت کے معنے لئے ہیں۔

سورۃ الزخرف کی ایک اور آیت ہے نمبر ۸۲۔ اور نمبر ۸۳۔ ان دونوں آیات میں یہ ذکر ہے ﴿قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ﴾ اب رحمان خدا کی طرف وہ بیٹا منسوب کرتے ہیں یعنی حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو ارشاد ہے کہ تو ان سے کہہ دے کہ مجھے رحمان خدا سے تو کوئی کد نہیں ہے۔ اگر رحمان نے کوئی بیٹا بنایا ہوتا تو سب سے پہلے مَیں اس کی عبادت کرتا، تم اس کے کیا لگتے ہو۔ جیسا مَیں رحمان کے قریب ہوں تم اس کے قریب نہیں ہو سکتے۔ پس اگر رحمان نے بیٹا بنایا ہوتا یعنی حضرت عیسیٰ کو اپنے سوا معبود بنایا ہوتا تو سب سے پہلے مَیں اس کی عبادت کرتا۔

﴿سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ پاک ہے وہ رب جو آسمانوں اور زمین دونوں کا رب ہے۔ ﴿رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ﴾ اور عرش کا ربّ بھی ہے۔ یہاں عرش کی تعریف میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے اقتباسات جو سن چکے ہیں یہاں عرش سے مراد اول طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا دل ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ اپنی آماجگاہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰؐ کے دل کو بنایا ہے۔

سورۃ ق نمبر ۳۴ تا ۳۶ ﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ﴾ جو رحمان خدا سے غیب میں ڈرتا ہے۔ ﴿وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ﴾ اور بار بار جھکنے والا دل لے کر آتا ہے۔ اس سے پہلے مَیں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں یہاں ﴿بِالْغَيْبِ﴾ سے کیا مراد ہے۔ رحمانیت کا اکثر و بیشتر حصہ غیب میں ہی ہے۔ وہ ساری کائنات جو بنائی گئی اس سے پہلے کون تھا جو اس کی خبر دے سکتا تھا۔ صرف وہی غیب خدا تھا جس نے سب کچھ بنایا اور کوئی اسے دیکھنے والا نہیں تھا، کوئی ماننے والا نہیں تھا۔ تو جو

رحمان کے غیب ہونے کے باوجود اس سے ڈرتا ہے یہ صحیح تقویٰ کا مقام ہے کہ بظاہر وہ نہ سونگھا جا سکتا ہے نہ دیکھا جا سکتا ہے، نہ چھوا جا سکتا ہے مگر اس کے باوجود وہ سب سے زیادہ قریب ہے اپنے نشانات کے ذریعہ، اپنی قدرتوں کے ذریعہ اس سے قریب تر کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔ پس وہ قریب ہے ان کے لئے جو اپنی رگ جان میں اس کو پاتے ہیں اور اپنے نفس پر غور کرتے ہیں تو نفس کی ساری بناوٹ میں اللہ تعالیٰ کی قدرتیں دکھائی دیتی ہیں۔ تو اس پہلو سے وہ غیب ہوتے ہوئے بھی قریب ترین ہے۔

اور جنت میں وہ لوگ جو قلب منیب لے کے آتے ہیں ہمیشہ خدا کے حضور جھکے رہنے والا دل، ان کو یہ کہا جائے گا ﴿اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ﴾ تم سلامتی کے ساتھ اس میں داخل ہو ﴿ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ﴾ یہ ہمیشگی کا دن ہے ﴿لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ﴾ وہ اس میں وہ سب کچھ پائیں گے جو وہ چاہتے ہیں یا دنیا میں چاہا کرتے تھے اس کی اعلیٰ قسم وہ اس جنت میں دیکھیں گے اور ان کا تصور بھی جہاں تک نہیں پہنچ سکتا وہ بھی ہم ان کو عطا کریں گے۔ ﴿وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ﴾ کا یہ مطلب ہے کہ ہمارے پاس اور بھی بہت کچھ ہے وہ جتنا مرضی سوچ لیں پھر بھی وہ سب کچھ نہیں سوچ سکتے اس لئے ہمارے پاس اور بھی بہت کچھ ہے۔

اب سورۃ الرحمٰن کی آیات نمبر ۲ تا ۵ ﴿اَلرَّحْمٰنُ. عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ .خَلَقَ الْاِنْسَانَ. عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ بے انتہا رحم کرنے والا اور بن مانگے دینے والا۔ ﴿عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ﴾ اسی نے قرآن سکھایا۔ اب قرآن کی تخلیق اور ازلیت کا مسئلہ اسی آیت سے حل ہو جاتا ہے۔ قرآن کو سکھایا ہے اس نے، قرآن کو پیدا نہیں کیا۔ تو یہ ازلی کتاب ہے جو لوحِ محفوظ میں خدا تعالیٰ نے محفوظ رکھی ہوئی ہے۔ اب لوحِ محفوظ کا مسئلہ عام انسان کی سمجھ سے بالا ہے مگر جو چیزیں کسی موقع پر سمجھ سے بالا ہوں وہاں اپنا سرِ اطاعت جھکا دینا چاہئے۔ جہاں ہر وہ چیز جو سمجھ آ گئی وہ درست تھی تو اس کا بھی کوئی معنی ہے جو ہماری سمجھ سے بالا ہو گا لیکن ہے ضرور صحیح کہ قرآن کریم ایک لوحِ محفوظ میں ہے۔

اور رحمان نے قرآن تو سکھایا مگر انسان کو پیدا کیا۔ اب دونوں میں فرق کیا ہے۔ ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ﴾ انسان کو پیدا کیا اور پھر ﴿عَلَّمَهُ الْبَيَانَ﴾ اور اسے بیان سکھایا۔ اب بیان سے مراد زبانیں بھی ہیں اور بیان سے مراد خود قرآن بھی ہے کیونکہ قرآن ہی سب سے زیادہ تبیّن کرنے والا، مشکوک چیزوں کو دوسری چیزوں سے الگ کرنے والا ہے اس لئے بیان کا معنی زبانیں بھی ہے، ہر قسم کی زبان انسان کو سکھائی۔ کس طرح اپنے مفہوم کو ادا کرے۔ اور اس پہلو سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ عربی زبان وہ پہلی زبان ہے جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو سکھائی۔ اب بعض لوگ اس پہ تعجب کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے کیسے ایک زبان سکھائی لیکن ان کو غور کرنا چاہئے کہ انسان اور اس سے پہلے بندر میں دیکھو کتنا بظاہر تھوڑا سا فرق ہے یعنی ارتقاء کے لحاظ سے بندر انسان سے پہلے آخری منزل ہے لیکن بندر کی زبان کہاں اور انسان کی زبان کہاں۔ جب تک رحمان خدا نے انسان کو یہ بیان نہ سکھایا ہو یہ ناممکن تھا کہ وہ اتنے عظیم الشان طریق پر اپنے مطالب کو بیان کر سکتا۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”علم نور ہے، وہ حجاب نہیں ہو سکتا بلکہ جہالت حجابِ اکبر ہے۔ خدا کا نام علیم ہے اور پھر قرآن میں آیا ہے ﴿اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ﴾۔ اسی لئے ملائکہ نے کہا ﴿لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا﴾۔ (الحکم۔ جلد۶۔ نمبر ۲۵۔ بتاریخ ۱۷/جولائی ۱۹۰۲ء صفحہ ۲)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق بھی فرشتوں کو کچھ پتہ نہیں تھا اور خدا کے حضور انہوں نے عرض کیا جب اسماء کی بات ہوئی ہمیں تو کوئی علم نہیں مگر وہ جو تجھے ہے۔ تو اسماء میں سب سے اوّل چیز ان انبیاء کے نام تھے جنہوں نے تخلیق کے بعد پیدا ہونا تھا۔ تخلیق آدم کے سلسلہ سے شروع ہونا تھا۔ چنانچہ جتنے انبیاء آئے ہیں ان کے اسماء آدم کو سکھائے گئے اور جب فرشتوں سے پوچھا گیا کہ آدم کو جو ہم نے نام سکھائے ہیں تم بتاؤ تو سہی وہ کیا ہیں تو انہوں نے کہا پاک ہے تُو، ہمیں تو کوئی علم نہیں مگر جس کا تُو ہمیں علم دیتا ہے ہمیں صرف اسی کا علم ہے۔ اس کے نتیجہ میں یعنی ایک تفسیر اس کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانہ تک جتنے انبیاء نے ظاہر ہونا تھا ان سب کے نام بتائے اور فرشتوں نے اپنی لاعلمی میں یہ سوال کر دیا کہ کیا ایسے آدم کو تو پیدا کرے گا جو زمین میں خون بہائے۔ تو اس کا بھی ان کو علم نہیں تھا کہ آدم کے وقت زمین میں خون ضرور بہایا جاتا ہے مگر آدم کی طرف سے یعنی خدا کے نبی کی طرف سے آغاز نہیں ہوتا بلکہ ان مومنوں کا خون بہایا جاتا ہے جو اس نبی پر ایمان لاتے ہیں۔ تو ذرا سی بات کو بدل کر، پھیر کر دیکھیں جس طرح کلیڈوسکوپ کو بدل کر دیکھا جاتا ہے تو کچھ اور ہی منظر دکھائی دیتا ہے۔ خون ضرور ہر نبی سے وابستہ ہو چکا ہے کوئی بھی نبی نہیں جس کے وقت میں انسانی خون نہ بہایا گیا ہو مگر ایک بھی نبی نہیں ہے جس نے خون بہانے کی تعلیم دی ہو یا اقدام کیا ہو۔ اس نبی کے ماننے والوں کا اس کے مخالفین خون بہاتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب ”منن الرحمان“ میں اسی بیان کے لفظ میں عربی کا مفہوم لیتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

”سو بیان سے مراد جس کے معنے بولنا ہے، زبان عربی ہے۔.........اس زبان کے مفردات ان کے مقابل پر واقع ہیں اور ساتھ اس کے یہ خوبی ہے کہ بولنے کے طریق کو آسان کیا گیا ہے ایسا کہ دل پر اثر پڑے“۔

اب سورۃ الملک کی یہ آیات ہیں ﴿اَلَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا. مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ .فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ .ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ﴾ اور وہی ہے جس نے سات آسمانوں کو طبقہ در طبقہ پیدا کیا ہے۔ یہ جو ارتقاء کا مضمون ہے اس آیت سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صرف اس زمین کے جانداروں سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ ساری کائنات میں پھیلا پڑا ہے۔ ساری کائنات طبقہ در طبقہ پیدا ہوئی ہے اور ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف ترقی کرتی چلی گئی ہے۔ ﴿مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ﴾ اور اتنی وسیع کائنات میں تم کوئی بھی تضاد نہیں دیکھو گے۔

تفاوت کا ایک معنی ہے کوئی چیز نظر سے رہ گئی ہو اور ایک معنی ہے تضاد۔ تو کوئی چیز ایسی نہیں دیکھو گے کہ گویا خدا کی نظر سے باہر رہ گئی ہو۔ ہر چیز مہیا کی گئی ہے اور اتنی کائنات بنائی گئی، اتنے وسیع قوانین بنائے گئے لیکن ان میں تضاد کوئی نہیں۔ ﴿فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ﴾ تو تم نظر دوڑا کے دیکھو، دوبارہ دیکھو تمہیں کوئی کہیں کسی قسم کا فطور دکھائی دیتا ہے، کوئی رخنہ نظر آتا ہے۔ ﴿ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ﴾ پھر دوبارہ نظر کو دوڑاؤ ﴿كَرَّتَيْنِ﴾ دو دفعہ یعنی دوسری مرتبہ ﴿يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ﴾ نظر پھر دوسری مرتبہ بھی تمہاری طرف ناکام لوٹ آئے گی اور وہ تھکی ہاری ہو گی اور خدا کی ساری کائنات میں کوئی رخنہ اور کوئی خلا دکھائی نہیں دے گا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

”خَلْقِ الرَّحْمٰنِ رحمانی تقاضا سے جو اشیاء مفت میں مل گئی ہیں ان کی شکر گزاری کرو، ان میں کوئی فرق نہیں، سورج برابر روشنی دئے جاتا ہے پھر ضرورتِ نبوت میں کیوں فرق کے قائل بنتے ہو۔ تفاوت اضطراب کو بھی کہتے ہیں اور اختلاف کو بھی کہتے ہیں۔ اضطراب یہ ہے کہ کوئی چیز کہیں ڈال دی جائے ایسا نہیں ہے اور نہ ایسا اختلاف اور گڑبڑ ہے کہ مثلاً آگ کی خاصیت پانی میں جا پڑے اور پانی کی خاصیت آگ میں جا پڑے۔ تفاوت نقصان کے معنوں میں بھی آتا ہے اللہ تعالیٰ کی حق و حکمت میں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔ انسان کی تحقیقات میں نقصان ہے ورنہ خدا کے کاموں میں کوئی نقصان نہیں“۔

اب ایک آیت ہے سورۃ الملک کی ہی ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰفّٰتٍ وَّ يَقْبِضْنَ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيْرٌ﴾ کیا انہوں نے دیکھا نہیں پرندوں کی طرف جو ان کے اوپر فضا میں اڑتے ہیں۔ ﴿صٰفّٰتٍ وَّ يَقْبِضْنَ﴾ اپنے پر پھیلائے ہوئے بھی اور اکھٹے کئے ہوئے بھی۔ ان کو کس چیز نے روکا ہوا ہے۔ ﴿اِلَّا الرَّحْمٰنُ﴾ رحمان کے سوا۔ ﴿اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ بَصِيْرٌ﴾ وہ ہر چیز کو بڑی گہری نظر سے دیکھنے والا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اس میں کیا حکمت ہے کہ پرندوں کے اڑنے کو ایک نشان کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ اس سلسلہ میں سائنس دانوں نے جو تحقیق کی ہے اور بڑی گہری نظر سے اس کا مطالعہ کیا ہے، پرندوں کے جسم میں از خود اڑنے کی صلاحیت ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ ان کی ہڈیاں اگر کھوکھلی نہ بنائی جاتیں، ان کی چھاتی کے مسلز غیر معمولی طاقتور نہ بنائے جاتے، ان کی ایک خاص شکل مقرر نہ کی جاتی جو تکونی شکل ہے تو ناممکن تھا کہ کوئی ایک پرندہ بھی ہوا میں اڑ سکتا۔ پس یہ رحمانیت کا تقاضا ہے۔ اس نے جب ان پرندوں کو پیدا کیا ہوا میں اڑنے کے قابل، تو اُڑنے کے لئے جتنی ان کی ضرورتیں تھیں وہ ساری ان کو مہیا فرما دیں اور یہ تو مختصر ذکر میں نے کیا ہے۔ پرندوں پر اگر غور کر کے دیکھیں تو لا انتہا ایسی باریک باتیں ہیں جن کا اگر خیال نہ رکھا جائے تو کوئی پرندہ ہوا میں اڑ نہیں سکتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس کا ترجمہ اور تفسیر بیان کرتے ہوئے براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں:-

”کیا ان لوگوں نے اپنے سروں پر پرندوں کو اُڑتے ہوئے نہیں دیکھا کہ کبھی وہ بازو کھلے

ہوئے ہوتے ہیں اور کبھی سمیٹ لیتے ہیں۔ رحمٰن ہی ہے کہ ان کو گرنے سے تھام رکھتا ہے یعنی فیضانِ رحمانیت ایسا تمام ذی روحوں پر محیط ہو رہا ہے کہ پرندے بھی جو ایک پیسہ کے دو تین مل سکتے ہیں وہ بھی اس فیضان کے وسیع دریا میں خوشی اور سرور سے تیر رہے ہیں"۔(براہین احمدیہ. صفحہ ۳۷۶. حاشیہ) اب پرندے آج کل تو نہیں مل سکتے ایک پیسہ کے، اب اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریر سے اس زمانہ کی اقتصادیات کا بھی علم ہوتا جاتا ہے۔ اس زمانہ میں ایک پیسہ کے تین پرندے مل جایا کرتے تھے اب تو پیسہ دے کسی کو پرندوں کے لئے تو وہ منہ پہ مارے اس کے۔

﴿اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ یَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ. اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ﴾ سورۃ الملک ہی کی یہ آیت ہے۔ یہ کون ہوتے ہیں جو تمہار لشکر بن کر رحمٰن کے مقابل پر تمہاری مدد کریں۔ جس طرح پرندوں کے لشکر ہوتے ہیں اسی طرح خدا تعالیٰ کے فرشتوں کے بھی لشکر ہیں اور جو لشکر ہیں وہ رحمٰن کے مقابل پر انسان کی مدد نہیں کر سکتے خواہ پرندوں کے لشکر ہوں یا اور لشکر ہوں، مادی لشکر جب اللہ تعالیٰ چاہے تو مدد کر سکتے ہیں وہ کسی کی، جب اللہ تعالیٰ نہ چاہے تو کوئی جنود کوئی لشکر کسی انسان کے کام نہیں آسکتا۔ ﴿اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ﴾ کافر نہیں ہیں مگر ایک دھوکہ کی حالت میں۔ اب غُرُوْر اور غَرُوْر میں ایک فرق ہے۔ غَرُوْر شیطان کو کہتے ہیں جو دھوکہ دینے والا ہے اور غُرُوْر اس دھوکہ کو کہتے ہیں جو شیطان دیتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ لکھتے ہیں:۔

"جُنْدٌ: یہ تمہارے لشکر تمہارے کسی کام نہ آویں گے اور خدا کے عذاب کو ٹال نہ سکیں گے ﴿مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ﴾ رحمان کے مقابلہ میں تمہارے نہ کام آئیں گے نہ تمہاری مصیبت کو ٹال سکیں گے"۔(ضمیمہ اخبار بدر. قادیان. ۲۳/ نومبر ۱۹۱۱ء)

اب سورۃ الملک ہی میں ایک اور آیت میں رحمٰن کا یوں ذکر ملتا ہے ﴿قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَ عَلَیْهِ تَوَكَّلْنَا فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ کہہ دے وہی رحمٰن ہے ہم اس پر ایمان لے آئے ہیں اور اس پر ہی ہم نے توکل کیا ہے۔ پس تمام تر توکل خدا تعالیٰ کی رحمانیت پر ہی ہونا چاہئے ورنہ انسان کے بس میں تو کچھ بھی نہیں ہے۔ انسان اتنے گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ بے انتہا رحم کرنے والا نہ ہوتا تو کبھی بھی اس کے گناہ بخشے نہ جاسکتے۔ پس رحمانیت پر ہی توکل کرنا چاہئے۔ جتنے بھی انسان گناہ کرتا ہے ان پر غور کرے اور پھر یہ دیکھے کہ رحمان کتنا وسعت والا رحمان ہے، کتنی وسعت ہے اس کے بخشنے میں اور اس پر نظر کرو تو پھر اس پر توکل ہو سکتا ہے۔ یہ مطلب نہیں کہ انسان گناہوں پر بے حیا ہو جائے مگر غفلت سے گناہ بھی تو ہوتے ہیں اور گناہوں کا شعور ہی بعض دفعہ نہیں آتا۔ جب تک گناہ حد سے زیادہ بڑھ نہ جائیں اس وقت تک انسان کو محسوس ہی نہیں ہوتا کہ مَیں گناہ کر رہا ہوں۔ تو گناہ کا شعور بھی تو اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کے نتیجہ میں ہی عطا ہوتا ہے۔ تو بہر حال ہر قسم کے گناہوں کے باوجود ایک رحمان ہے جس پر توکل ہو سکتا ہے ورنہ کوئی چھوٹا گناہ بھی نہ بخشا جاتا۔ ﴿فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ﴾ پس تم ضرور جان لو گے کہ وہ کون ہے جو کھلی کھلی گمراہی میں مبتلا ہے۔

اب سورۃ اَلنَّبَا کی نمبر ۳۶ تا ۳۸ آیات مَیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں ﴿لَا یَسْمَعُوْنَ فِیْهَا لَغْوًا وَّلَا كِذّٰبًا﴾ نہ وہ اس میں کوئی لغو بات سنیں گے اور نہ کوئی ادنیٰ سا جھوٹ سنیں گے۔ تیرے رب کی طرف سے ایک جزا ہے ایک جچا تلا انعام۔ ﴿جَزَآءً مِّنْ رَّبِّكَ عَطَآءً حِسَابًا﴾۔ ﴿عَطَآءً حِسَابًا﴾ سے مراد ہے جچا تلا جیسے کانٹے کا تول ہو اس طرح ان کو ایک جزا دی جائے گی۔ ایک اللہ تعالیٰ کی عطا ہے جو بغیر حساب کے نہیں بلکہ ان معنوں میں حساب کے ساتھ ہے کہ وہ اس میں کوئی بھی فرق نہیں دیکھیں گے۔

وہ خدا کون ہے؟ ﴿رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ وہ آسمانوں کا خدا ہے اور زمین کا بھی خدا ہے ﴿وَمَا بَیْنَهُمَا﴾ اور ان سب چیزوں کا بھی ہے جو آسمان اور زمین کے درمیان ہیں۔ اب اس طرف بھی مَیں نے بارہا توجہ دلائی ہے کہ زمین اور آسمان کا تصور تو رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں موجود تھا۔ لیکن یہ کہ ان کے درمیان کیا ہے اس کا کوئی تصور نہیں تھا۔ پس قرآن کریم نے اس زمانہ میں ایسے خدا تعالیٰ کی بات کی ہے جو زمین و آسمان ہی کا رب نہیں بلکہ ان کے درمیان جو نہ نظر آنے والی، ان دیدنی باتیں ہیں ان کا بھی ذکر فرمایا ہے۔ اب کشش ثقل کا بھی بے شمار جگہ قرآن کریم میں ذکر ملتا ہے اور وہ دکھائی نہیں دیتی ﴿بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا﴾ ایسے ستونوں پر کشش ثقل چل رہی ہے جن کو تم اپنی آنکھوں سے دیکھ نہیں سکتے۔

تو فرمایا زمین و آسمان کے درمیان جو چیزیں ہیں ان میں Dark Matter بھی ہو سکتی ہے۔ سائنس دانوں نے اب دریافت کیا ہے کہ ایک Matter ہے مادہ ایسا جو تاریک مادہ ہے اور تاریک مادے اور روشن مادے کا آپس میں توازن ایسا ہے کہ ایک دوسرے کے برابر ہو جاتے ہیں۔ پس عجیب و غریب باتیں سائنس دانوں نے جو دریافت کی ہیں یہ تمام تر قرآن کریم کی تائید کر رہی ہیں اور اگرچہ یہ خود اندھے ہیں اور خدا کی قدرت کو دیکھ نہیں سکتے مگر عجیب اندھے ہیں کہ خدا کی قدرت کو دکھا دیتے ہیں۔ اس وقت خدا کے سامنے ایسے انسان مغلوب اور مرعوب ہو جائیں گے یعنی یوم قیامت کو کہ اس سے خود خطاب کرنے کی اپنے اندر کوئی طاقت نہیں پائیں گے۔

اس کی مزید تشریح کرتے ہوئے اگلی آیات ہیں ۳۹ تا ۴۰۔ ان میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿یَوْمَ یَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا لَّا یَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا﴾ جس دن روح القدس اور فرشتے صف بہ صف کھڑے ہونگے وہ کلام نہیں کریں گے سوائے اس کے جسے رحمان اجازت دے گا اور جو بھی بات کرے گا وہ درست بات کرے گا وہ دن برحق ہے۔ پس جو چاہے اپنے رب کی طرف لوٹنے کی جگہ بنا لے۔

اس کے متعلق حقائق الفرقان جلد چہارم میں یہ درج ہے: "علاوہ اس کے رحمان کے معنے رحم بلا مبادلہ کرنے والا ہے۔ صفت رحمانیت اور کفارہ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے"۔ اب رحم بلا مبادلہ کا جو مضمون ہے اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کو ایسے رحمان کے طور پر پیش کیا گیا جس سے پہلے اس کے رحم کو مانگنے والا کوئی بھی وجود نہیں تھا۔ ساری چیزیں اس نے عطا کر دیں انسان کو جو انسان کی پیدائش سے اربوں سال پہلے سے تیار ہو رہی تھیں اور عین وقت پہ حسب ضرورت وہ چیز اتاری گئی۔ پس وہ دن جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں رحم بلا مبادلہ کرنے والا ہے کہ رحمان ایسا خدا ہے، ایسا اللہ ہے جو بغیر کسی مبادلہ کے، اس کو دیا کچھ نہیں جاتا مگر وہ رحم کرتا ہے۔

"صفت رحمانیت اور کفارہ دونوں ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتے"۔ مراد یہ ہے کہ حضرت مسیح کے متعلق جو یہ کہا جاتا ہے کہ وہ بندوں کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا تو یہ صفت رحمانیت کے ساتھ اکٹھا نہیں ہو سکتا، رحمانیت تو کسی مبادلہ کو نہیں چاہتی اور کفارہ کسی مبادلہ کو چاہتا ہے اور کفارہ بھی ایسا احمقانہ تصور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے گناہ اٹھا کر اور قیامت تک کے ہونے والے گناہ اٹھا کر ایک مسیح پر لاد دئے اور نعوذ باللہ ان کے گناہوں کے نتیجہ میں بجائے اس کے کہ وہ لعنتی بنتے حضرت مسیح لعنتی بن گئے۔ تو ایسا جھوٹا اور باطل اور عقل کے کلیۃً خلاف عقیدہ ہے کہ اس سے زیادہ لغو عقیدہ دنیا میں ہو نہیں سکتا۔ مگر اس عقیدہ کے لئے دیکھو دنیا میں عیسائیت نے کتنا فساد برپا کر رکھا ہے اتنی محنت سے اس عقیدہ کو لوگوں کے دلوں میں جاگزیں کیا ہے کہ آنکھیں بند ہو گئی ہیں سوچنے کا دماغ نہیں رہا کہ ہم کس بات پر ایمان لا رہے ہیں اور جو سچا عقیدہ ہے قرآن کریم کا اس سے انکار کرنے پر لوگوں کو آمادہ کیا جا رہا ہے۔ اب جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ اتنی واضح حقیقت یعنی خدا کی وحدانیت اس عقیدہ کو دنیا کے سامنے ببانگ بلند، بلند آواز کے ساتھ پیش کریں اور مسیحیت اس طرح پگھل جائے سامنے سے جس طرح دھوپ سے شبنم پگھل جاتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام روح القدس کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ اس آیت میں روح سے مراد رسولوں، نبیوں اور محدثوں کی جماعت ہے جن میں روح القدس ڈالا جاتا ہے اور خدا تعالیٰ سے ہمکلام ہوتے ہیں مگر یہ شبہ کہ روح کے لفظ سے ان کو یاد کیا ارواح کے لفظ سے کیوں یاد نہیں کیا" یعنی روح تو واحد کا لفظ ہے اور ان سب کے اوپر الگ الگ روحیں اتاری گئی ہیں، ہر ایک مقرب، ہر خدا کے بندے پر جس کو الہام ہوتا ہے حضرت جبرائیل خود تو نہیں اترتے تو ارواح اترتی ہیں۔ مگر قرآن کریم کا یہ طریق ہے کہ وہ جو سردار ہے اسی کی طرف حوالہ دیا جاتا ہے۔ اس کے تابع جو مختلف روحیں ہیں ان کا الگ الگ ذکر نہیں فرماتا۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں یہ سمجھاتے ہیں کہ بعض دفعہ قرآن کریم میں ایک واحد کا لفظ بولا جاتا ہے مگر وہ جمع پر اطلاق پاتا ہے اور بعض دفعہ جمع کا لفظ بولا جاتا ہے مگر وہ واحد پہ اطلاق پاتا ہے۔

اس تعلق میں حضور فرماتے ہیں: "مگر یہ شبہ کہ روح کے لفظ سے ان کو یاد کیا ارواح کے لفظ سے کیوں یاد نہیں کیا۔ پس جان لے کہ قرآن کا محاورہ ایسا ہے کہ کبھی وہ واحد کے لفظ سے جمع مراد لے لیتا ہے اور کبھی جمع سے واحد ارادہ رکھتا ہے۔ یہ قرآن شریف کی ایک عادت مستمرہ ہے"۔ یعنی قرآن کریم میں جگہ جگہ آپ کو یہ اسلوب نظر آئے گا۔ "اور پھر خدا تعالیٰ نے اپنے انبیاء کو روح کے لفظ سے

یاد کیا یعنی ایک ایسے لفظ سے جو انقطاع عن الجسم پر دلالت کرتا ہے"۔ اب روح کے لفظ کی تفسیر بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک بہت ہی عظیم الشان تفسیر فرمائی ہے۔ فرمایا روح تو بدن سے الگ ہوتی ہے اور بدن کو چھوڑ دیتی ہے تو بدن پیچھے کچھ بھی نہیں رہتا۔ تو انبیاء وہ ہیں جو اپنی زندگی ہی میں اپنے بدن سے الگ ہو چکے ہوتے ہیں یعنی جسمانی آلائشوں سے الگ ہو چکے ہوتے ہیں۔

فرماتے ہیں: "وہ مطہر لوگ اپنی دنیوی زندگی میں اپنی تمام قوتوں کی رو سے مرضات الٰہی میں فنا ہو گئے تھے اور اپنے نفسوں سے ایسے باہر آگئے تھے جیسے کہ روح بدن سے باہر آجاتی ہے اور نہ ان کا نفس اور نہ اس نفس کی خواہشیں باقی رہی تھیں۔ روح القدس کے بلائے سے بولتے تھے، نہ اپنی خواہش سے اور گویا وہ روح القدس ہی ہو گئے تھے جس کے ساتھ نفس کی آمیزش نہیں تھی"۔

اب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض الہامات جن میں لفظ رحمان کا استعمال آتا ہے۔ "اِنِّی مَعَ الرَّحْمٰنِ فِی کُلِّ حَالَۃِ حَالَۃِ الْمَوْتِ وَحَالَۃِ الْبَقَآءِ"۔ اس کا ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اپنے الفاظ میں نہیں ملا مگر حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔ "مَیں ہر حالت میں رحمان خدا کے ساتھ ہوں" یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے گویا یہ بلایا جا رہا ہے کہ مَیں یعنی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر حالت میں رحمان خدا کے ساتھ ہوں خواہ موت کی حالت ہو خواہ بقا کی حالت ہو۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام صفت رحمانیت سے کبھی بھی جدا نہیں ہوئے، ہر دکھ اور غم کی حالت میں بھی اور ہر خوشی کی حالت میں بھی۔

پھر ۱۹؍اکتوبر ۱۹۰۵ء کا ایک الہام ہے "اِنِّی مَعَ الرَّحْمٰنِ اَدُوْرُ" کہ مَیں خدائے رحمان کے ساتھ چکر کھاتا ہوں۔ اب یہاں بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے یہ کہا جا رہا ہے یعنی اللہ خدائے رحمان کے ساتھ چکر نہیں کھاتا، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان حال سے یہ کہا جا رہا ہے کہ جیسے اللہ کی رحمانیت اپنے نئے نئے جلوے دکھاتی ہے اسی طرح مَیں بھی اس رحمانیت کے جلووں کے مطابق ہو جاتا ہوں، جب وہ ایک جلال کا منظر دکھاتی ہے تو مَیں بھی اسی طرح جلال اور جوش میں آتا ہوں اور جب وہ رحمانیت اپنی ایسی حالت کا جلوہ دکھاتی ہے جس میں بہت زیادہ ترحم اور شفقت پائی جائے تو مَیں بھی اسی طرح اس حالت کے مطابق ہوتا چلا جاتا ہوں۔

ایک ۱۹۰۶ء کا الہام ہے اور اس کا ترجمہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ہی ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے مَیں رحمان ہوں اِنِّی اَنَا الرَّحْمٰنُ سَاَجْعَلُ لَکَ سُھُوْلَۃً فِی کُلِّ اَمْرٍ"۔ مَیں رحمان ہوں اور ہر ایک امر میں تجھے سہولت دوں گا۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سارے کام خدا تعالیٰ سے سہولت یافتہ تھے۔ اپنی طاقت سے آپ کوئی کام کر سکتے ہی نہیں تھے۔ اتنے عظیم الشان کام کئے ہیں آپ نے کہ عقل دنگ رہ جاتی ہے کہ ایک انسان کو کیسے یہ توفیق ملی مگر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ مَیں رحمان ہوں اور مَیں تجھے ہر کام میں سہولت دوں گا۔

ایک اور الہام ہے "اِنِّی اُمِرْتُ مِنَ الرَّحْمٰنِ فَأْتُوْنِیْ" مَیں خدا کی طرف سے خلیفہ کیا گیا ہوں۔ یہ ترجمہ مسیح موعود علیہ السلام کا ہے۔ اُمِرْتُ یعنی مجھے امیر یا خلیفہ بنایا گیا ہے رحمان کی طرف سے فَأْتُوْنِیْ پس میری طرف چلے آؤ۔ اِنِّی حِمَی الرَّحْمٰنِ مَیں خدا کی چراگاہ ہوں یہاں حِمَی الرَّحْمٰن سے مراد یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اللہ تعالیٰ بہت غیرت رکھتا ہے۔ جس طرح ایک چراگاہ کی گڈریا حفاظت کرتا ہے اور کسی دوسرے جانور کو اس میں دخل کی اجازت نہیں ہوتی، بھیڑیا داخل ہو اور اگر وہ گڈریا طاقتور ہو تو بھیڑیا موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے متعلق خدا تعالیٰ کا یہ الہام بیان کرتے ہیں کہ مَیں اللہ کی چراگاہ ہوں اور شاخ مثمر م۔ مَیں وہ شاخ مثمر م ہوں کہ جس کے متعلق خوف رکھو کہ باغبان اپنی مثمر شاخ کو، اپنی پھلدار شاخ کو کبھی کاٹنے نہیں دیتا۔

اے آں کہ سوئے من بدویدی بصد تبر ــــ از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

یہ وہ حِمٰی کی تفسیر ہے۔ اے وہ جو میری طرف کئی تبر لے کے دوڑے چلے آ رہے ہو مجھے کاٹنے کے لئے باغبان سے بھی تو ڈرو کہ مَیں ایک ثمردار شاخ ہوں۔ اور باغبان اپنی ثمردار شاخ کی لازماً حفاظت کرتا ہے۔

پھر ایک الہام ہے جو قرآن کریم کی آیت کے طور پر ہے "اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ" خدا نے تجھے قرآن سکھایا۔ اب یہ ترجمہ مسیح موعود علیہ السلام کا ہے۔ یہاں لفظ "تجھے" سے مضمون واضح فرما دیا کہ رحمان خدا نے قرآن کریم تو نازل فرمایا لیکن اسے دوبارہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سکھایا ہے۔ اگر اللہ آپ کا معلّم نہ ہوتا تو آپ کبھی بھی قرآن نہیں سیکھ سکتے تھے۔ یعنی اس کے صحیح معنے تجھ پر ظاہر کئے۔

ایک الہام ہے دسمبر ۱۹۰۷ء کا، وفات کے قریب کے زمانہ کا۔ مَیں تیرا رب، ربّ رحمان ہوں یعنی تیرا ربّ جو عزت والا ہے اور صاحب غلبہ ہے۔ "اِنِّی اَنَا رَبُّکَ الرَّحْمٰنُ" مَیں تیرا رحمان رب ہوں۔ "ذُوْالْعِزِّ وَالسُّلْطَان" وہ عزت والا اور غلبہ والا رب مَیں ہوں۔ تو جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تو رحمان سے وابستہ رہے گا جیسا کہ تو ہے تو وہ تیرے لئے عزت کا موجب بھی بنے گا اور غلبہ کا موجب بھی بنے گا کیونکہ رحمٰن خدا صاحب عزت بھی ہے اور صاحب غلبہ بھی ہے۔

ایک الہام ہے یہ ۱۹۰۸ء کا ہے۔ اب یہ او روصال کے قریب آ گیا ہے۔ پس اسی آخری زمانہ کا الہامات کے ساتھ ہی اب صفت رحمانیت کا مضمون ختم ہو گا اور آئندہ سے دوسری صفات کا ذکر شروع ہو گا۔ "حُکْمُ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ لِخَلِیْفَۃِ اللّٰہِ الْمُغَلِ السُّلْطَانِ"۔ ترجمہ اس کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں فرمایا ہے: خدائے رحمان کا حکم ہے خلیفۃ اللہ مغل سلطان کے لئے۔ اللہ کا خلیفہ ہے اور مغل سلطان ہے۔ اور یہ بھی ایک بڑی شان کا اظہار ہے کہ یہ معمولی مغل نہیں ہے بلکہ مغل سلطان ہے جس کو عظیم الشان غلبہ دیا جائے گا۔

اب یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک دو اقتباسات مَیں رحمانیت سے متعلق آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔

"صفتِ رحمانیت ہر اُس وجود کو جو صفت ربوبیت سے تربیت پا چکا ہے، وہ سب کچھ مہیا کرتی ہے جس کی اُسے حاجت ہو"۔ یہاں ربوبیت کو پہلے رکھا ہے جیسا کہ قرآن کریم میں ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ فرمایا گیا ہے۔ یہاں رحمانیت سے مراد وہ رحمانیت نہیں جو قدیم تر ہے بلکہ ربوبیت کے بعد جو رحمانیت ہے وہ قرآن کریم کے نزول کی صورت میں ظاہر ہوئی ہے۔ تو یہ تضاد جو کبھی کبھی دوستوں کو نظر آتا ہے اس کا حل یہی ہے کہ ایک رحمانیت ہے جو آغاز ہے، ہر چیز کا آغاز اس سے ہے اور ربوبیت بھی اس کے فیض سے جاری ہوتی ہے اور ایک ربوبیت ہے جو انسان بننے کے بعد پھر شروع ہوتی ہے اور ہر چیز پر حاوی ہو جاتی ہے اور رحمانیت سے پہلے ہوتی ہے۔ اسی ربوبیت کے نتیجہ میں رحمان خدا علم قرآن کے ذریعہ انسان کی تربیت فرماتا ہے۔

فرماتے ہیں: "پس یہ صفت تمام وسائل کو رحم پانے والے کے موافق بنا دیتی ہے اور ربوبیت کا نتیجہ وجود کو کامل قویٰ دینا اور ایسے طور پر پیدا کرنا ہے جو اس کے لائق حال اور مناسب ہے۔ اسی صفت کا اثر یہ ہے کہ یہ ہر وجود کو اس کے عیوب کو چھپا دینے والا لباس پہناتی ہے، اُسے زینت عطا کرتی ہے، اُس کی آنکھوں میں سرمہ لگاتی ہے، اس کے چہرہ کو دھوتی ہے، اس کو سواری کے لئے گھوڑا دیتی ہے اور اس کو شاہسواروں کے طریق بتاتی ہے"۔ (کرامات الصادقین)

اب رحمانیت کے دوسرے معنے کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

"رحمٰن کے معنے خدا کے کلام سے یہ ثابت ہوتے ہیں کہ جب وہ بغیر کسی عوض کے اور سوا کسی عمل کے رحمت کرتا اور اسباب مہیا کر دیتا ہے۔ مثلاً دیکھو خدا نے جب یہ نظام بنا رکھا ہے۔ سورج ہے، چاند ہے، اناج ہے، پانی ہے، ہوا ہے، ہمارے امراض کے دفعیہ کے لئے قسم قسم کی بوٹیاں ہیں۔ اب کوئی بتلا سکتا ہے کہ یہ اس کے کس عمل کا اجر ہیں۔ ہر ایک شخص جو عمیق فکر کرے اُس پر خدا کا رحمان ہونا ثابت ہوتا ہے۔ انسان کی زندگی و آسودگی کے لئے جو کچھ چاہئے تھا وہ اس کے پیدا ہونے سے پہلے مہیا کیا۔ جو کچھ آسمان میں ہے اور زمین میں اور پھر جو کچھ ہمارے وجود میں پایا جاتا ہے"۔ یعنی انسان کے اندر بھی اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کے بے شمار مظاہر ہیں ان کا مَیں نے تفصیل سے دوسری جگہ اور اپنی کتاب "Rationality" میں ذکر کیا ہے کہ کس حیرت انگیز طریق پر خدا کی رحمانیت ہمارے بدنوں کے اندر موجزن ہے۔ "یہ سب اس کی رحمانیت کا نتیجہ ہیں کیونکہ جب ہم ماں کے پیٹ میں تھے اس وقت جو کچھ اس کے انعام تھے وہ کسی عمل کا نتیجہ نہیں ہو سکتے۔ تناسخ کا مسئلہ یہیں سے ردّ ہو جاتا ہے۔ مگر مَیں اسے چھیڑنا نہیں چاہتا۔ (البدر۔ ۲۵؍جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۳)

اب مَیں آخر پر آپ کو رحمانیت کا ایک اور جلوہ بھی بتاتا ہوں کہ خداتعالیٰ نے صفت رحمانیت کے تابع جو شفا کا مضمون پیدا کیا ہے جس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں ان میں ایک ہومیو پیتھی شفا کا نظام بھی ہے اور یہ الٰہی نظام شفا کے قریب تران معنوں میں ہے کہ اس کی اتنی باریکیاں ہیں کہ ان پر غور کرنے سے انسان خدا کی ہستی کا لازماً قائل ہو جاتا ہے۔ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت رحمانیت کے بغیر یہ شفا کا مضمون سکھایا جاتا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے مجھے اس مضمون پر کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

لیکن اب میں ایک بات سمجھانی چاہتا ہوں۔ مَیں نے پہلے بھی بارہا ذکر کیا ہے کہ میری ڈاک میں کثرت سے لوگ یہ خط بھیجتے ہیں کہ ہمارا ہومیو پیتھک علاج کرو۔ اڑیسہ سے بھی خط آرہے ہیں اور پاکستان کی مختلف جگہوں سے، ربوہ سے بھی اور بیرون ربوہ سے بھی۔ اب سوال یہ ہے کہ اتنی دور بیٹھے ہومیو پیتھک علاج ہو سکتا ہی نہیں۔ ہومیو پیتھک علاج کے لئے تحقیق ہونی چاہئے پورے غور و فکر کی ضرورت ہے۔ اس کے دو حل ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو میری کتاب ہے ہومیو پیتھی کی وہ آپ خود لے لیں اور اس میں اشارے موجود ہیں ان کو دیکھ کر خود اپنا مطالعہ کریں۔ سب سے بہتر علاج انسان خود کر سکتا ہے جو جانتا ہے کہ مجھے کیا بیماری ہے لیکن جن کو یہ سلیقہ نہیں اور اکثر کو نہیں ہے، بہت مشکل کام ہے کہ ہومیو پیتھک علاج کرنے کے لئے کوئی خود کتاب سے فائدہ اٹھا سکے۔ اس لئے ان کے لئے دنیا بھر میں خداتعالیٰ کی رحمانیت کی مظہر ڈسپنسریاں قائم کر دی گئی ہیں جو بلا مبادلہ کام کرتی ہیں۔

اس کثرت سے ڈسپنسریاں قائم ہیں کہ آدمی حیران رہ جاتا ہے کہ اب دنیا میں کتنی بے شمار ڈسپنسریاں قائم ہیں جو بنی انسان کا علاج کرتی ہیں مگر محض رحمانیت کے طور پر اس کا کوئی متبادل نہیں لیتیں، مفت کی ڈسپنسریاں ہیں اور ان میں لوگ وقف ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک دفعہ پھر سمجھانا چاہتا ہوں احباب جماعت کو کہ اپنی بیماری کے لئے لکھیں تو صرف دعا کے لئے لکھیں مگر علاج کے لئے نہ لکھیں۔ یہ ناممکن ہے میرے لئے کہ اتنی دور بیٹھ کر علاج کر سکوں اور ان کی تفصیل سے گفتگو کر کے ان کے حالات معلوم نہ کروں کہ کیا ہیں۔ اس کے نتیجہ میں سوائے اس کے کہ مَیں پریشان ہو جاتا ہوں کہ فلاں بھی بیمار ہے، فلاں بھی بیمار ہے اس کو کونسی دوائی دی جائے اور کوئی بھی فائدہ نہیں ہوتا۔

تو اب مَیں آپ کے سامنے ایک مختصر فہرست رکھتا ہوں کہ کس کثرت کے ساتھ دنیا میں احمدیت کے طفیل مفت علاج کی سہولتیں موجود ہیں۔ ہندوستان، جرمنی، امریکہ، کینیڈا غرضیکہ دنیا بھر کے ممالک میں یہ ڈسپنسریاں کام کر رہی ہیں۔ اب امراء کا فرض ہے کہ وہ احباب جماعت کو واقفیت کروائیں۔ اب امریکہ سے، لاس اینجلیز سے جو خط آتے ہیں کہ میرا علاج کریں وہیں لاس اینجلیز میں ہی ہمارے مبلغ موجود ہیں جو ہومیو پتھک علاج کر سکتے ہیں۔ اڑیسہ سے خط آتا ہے وہاں بھی نظام جماعت مقرر ہے کوئی نہ کوئی ہومیو پیتھک ڈسپنسری موجود ہے جو بلا مبادلہ ان کی خدمت کے لئے تیار ہے۔ اب ربوہ میں تو کثرت سے ہیں اور ربوہ سے بھی خط آتے ہیں۔ عجیب بات ہے کہ ان کو یہ نہیں پتہ کہ خداتعالیٰ کے فضل سے وہاں ہومیو پیتھک کلینک با معاوضہ بھی موجود ہیں، بہت سے معاوضہ لے کر کرتے ہیں لیکن جماعت کی طرف سے مفت علاج کی اتنی سہولتیں ہیں کہ دنیا کے کسی شہر میں یہ سہولتیں نہیں ہونگی اور اس کے باوجود لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ ہمارا علاج کرو اور اپنی علامتیں تفصیل سے بیان کرتے ہیں۔ تو سب سے پہلے مَیں بجائے اس کے کہ لمبی فہرست پڑھوں مَیں اتنا عرض کر دیتا ہوں کہ لوگوں کو پتہ نہیں بیچاروں کو کہ علاج کی کیا سہولت ہے۔ تمام دنیا میں سہولتیں ہیں مگر ان غریبوں کو پتہ نہیں تو کیا کریں بے چارے۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ملک کے امیر کا فرض ہے کہ وہ تمام جماعتوں کو مطلع کرے کہ آپ کے قریب ترین کون سی ڈسپنسری ہے جس سے آپ استفادہ کر سکتے ہیں اور اگر اس شہر میں نہیں ہے تو شہر بتائیں کہ کس جگہ جائیں کیونکہ ان کو لازماً پھر وہاں جانا پڑے گا اور ہومیو پیتھک ڈاکٹر موجود ہوگا جو ان کو دیکھ کر پوری تحقیق کرنے کے بعد پھر ان کے لئے علاج تجویز کر سکتا ہے۔

اب مختصراً مَیں آپ کو بتا دیتا ہوں۔ ہندوستان میں مجموعی طور پر ۷۰ کے لگ بھگ ڈسپنسریاں کام کر رہی ہیں جن میں قادیان میں تین، پنجاب میں چھ، ہماچل پردیش میں ایک، ہریانہ میں چار، راجستھان میں تین، آندھرا پردیش میں دو، صوبہ جموں و کشمیر میں دس، گجرات میں ایک، یوپی میں تین، کیرالہ میں چھ، تامل ناڈو میں دو، مدراس میں دو، بنگال میں سولہ، آسام میں چار، اڑیسہ میں دو۔ یہ ساری ڈسپنسریاں وہاں کام کر رہی ہیں اور مفت علاج کر رہی ہیں۔ تو اگر قصور ہے تو مرکزی امارت کا ہے۔ قادیان کے ذمہ دار افسروں کا قصور ہے کہ انہوں نے کیوں بار بار تمام جماعتوں کو متنبہ نہیں کیا کہ اگر ہومیو پیتھک علاج کرانا ہو تو فلاں جگہ یہ سہولت موجود ہے۔ اگر وہ ایسا کر دیتے تو اس طرح مجھے پھر خط نہ آتے۔

مگر ربوہ والوں کو بھی نہیں بتایا گیا تو اب باقی بیچاروں کو کیا پتہ لگے گا۔ اس لئے یاد رکھیں یہ فرض ہے، انجمن کا فرض ہے ربوہ کی ڈسپنسریوں کا تمام اہل ربوہ سے تعارف کروائیں اور سارے پاکستان کی ڈسپنسریوں کا سارے پاکستان والوں سے تعارف کروائیں۔ لاہور سے بھی خط آتے ہیں لاہور والوں کو بھی بتائیں تمہارے ہاں اتنی ڈسپنسریاں مفت کام کر رہی ہیں۔ وہاں تو گاؤں گاؤں میں ڈسپنسریاں قائم ہیں۔ اس لئے اب مَیں امید رکھتا ہوں، اس کی تفصیل نہیں پڑھتا اس میں بہت زیادہ وقت لگے گا، کہ تمام امراء صوبائی و ضلع یہ ذمہ داریاں اپنے اوپر ڈال لیں کہ ہر احمدی کو معلوم ہو جانا چاہئے کہ ڈسپنسری کہاں ہے اور کیسے کام کر رہی ہے۔ یہاں میرے پاس موجود ہے فہرست مگر وقت زیادہ ہو رہا ہے اس لئے اب میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ اب جماعت کے امراء کی طرف سے یا ناظر اعلیٰ کی طرف سے یا وکلاء اعلیٰ کی طرف سے انشاء اللہ تعالیٰ سب کو معلوم ہو جائے گا اور پھر انشاء اللہ تعالیٰ میرے کام میں سہولت ہو جائے گی۔

دیکھو دعا کے لئے تو مَیں حاضر ہوں، اتنا صرف لکھا کریں کہ ہمیں فلاں بیماری لاحق ہے ہمارے لئے دعا کریں اور وہ مَیں باقاعدگی سے کرتا ہوں۔ ایک دن بھی Miss نہیں کرتا۔ خط پڑھتے ہوئے بھی کرتا ہوں، رات کو تہجد میں بھی اکٹھے، اجتماعی طور پر کرتا ہوں۔ اس لئے جہاں تک دعا کا چارہ ہے وہ تو میرا فرض ہے اور مَیں لازماً آپ کے دکھ میں شریک ہوتا ہوں اور جہاں تک مجھے توفیق ہے اسے دور کرنے کی کوشش کرتا ہوں لیکن دور بیٹھے تفصیلی علاج ناممکن ہے۔ امید ہے آئندہ اس مضمون کو پیش نظر رکھیں گے۔ اب تھوڑا کرتے کرتے بھی دو بج کر دس منٹ ہو گئے ہیں مگر بہر حال یہ رحمانیت کی صفت کا یہ آخری خطبہ تھا۔ آئندہ پھر انشاء اللہ دوسری صفات باری تعالیٰ کا ذکر چلے گا۔